The Great War For Civilization

امریکہ پرحملہ کیوں ہوا اصل سوال یہ ہے

رابرٹ فسک کی تازہ کتاب سے اقتباسات

مایہ ناز برطانوی صحافی رابرٹ فسک جو کہ امریکہ۔ برطانیہ کی عراق کے خلاف جنگ کا سخت مخالف ہے جسے امریکہ میں ناپسندیدہ شخص تصور کیا جاتا ہے نیویارک میں فسک کی نئی کتاب The Great War for Civilization نے فسک کے خلاف مغربی نفرت میں مزید اضافہ کردیا ہے۔

گیارہ ستمبر کے واقعے پر رابرٹ فسک کا اپنا انفرادی اور مدلل نقطہ نظر یہ ہے۔ اور عراق کی جنگ میں امریکی ذرائع ابلاغ، ریڈیو، ٹیلی ویژن، اخبارات اور مبصرین کے جانبدارانہ اور مجرمانہ کردار پر رابرٹ فسک شدید تنقیدی نقطۂ نظر رکھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ عراق کے مسئلے پر میں امریکی ذرائع ابلاغیات نے صحافتی اصولوں اور اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا ہے وہ امریکی حکمرانوں کے فرماں بردار، حاشیہ بردار، لب بستہ دست بستہ خادم کا کردار ادا کررہے ہیں۔ جس کا واحد مقصد دنیا کو اور اپنے قارئین، ناظرین اور سامعین کو صرف وہی دکھانا ہے جو صدر بش دکھانا چاہتے ہیں۔

گیارہ ستمبر کے حملے کے فوراً بعد ایک ریڈیو پروگرام میں ہاورڈ کے یہودی پروفیسر اور ماہر قانون سے بحث کے دوران جب مسٹر فسک نے کہا کہ ہمیں لازمی طور پر ''کیوں'' کا سوال اٹھانا چاہیے آخر امریکہ پر حملہ کیوں کیا گیا کسی اور ملک کو نشانہ کیوں نہیں بنایا گیا کیوں کی گتھی سلجھائے بغیر اس مسئلے کی تہہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے تو اس پر درشووٹز چراغ پا ہوگئے اور انھوں نے کہا کہ ''کیوں'' کا سوال کرنے کا مطلب ہے کہ آپ دہشت گردوں کے لیے نرم رویہ اختیار کررہے ہیں اور کیوں کہ آپ امریکہ کے مخالف ہیں اس لیے آپ یہود مخالف بھی ہیں''۔

رابرٹ فسک کی کتاب کے چند اہم اقتباسات کا ترجمہ اور بعض اہم ترین عبادتوں کا اصل متن بھی درج کیا جارہا ہے:

When I said that "we must ask the question Why?, retorted angrily Alan Dershowitz told "To ask the question 'why' means that you are sympathetic to terrorists hence you are anti-American and being anti-American you are anti-Semitic".

۱۹۹۳ء میں جب میں بن لادن سے ملا تھا تو اس نے مجھ سے آخری الفاظ جو کہے تھے وہ یہ تھے مسٹر رابرٹ جن پہاڑیوں پر آپ بیٹھے ہیں یہاں سے ہم نے روسی فوج کو تباہ کر دیا تھا یہ کسی حد تک مبالغہ ہوسکتا ہے مگر اس میں کافی حد تک سچائی بھی پائی جاتی ہے۔ لادن نے امریکہ کے بارے میں مجھ سے کہا:

Then bin Laden said: 'I pray to God, Mr. Robert, that He permits us to bring America down into the shadow of its self'.

گیارہ ستمبر کو میں جہاز میں سفر کر رہا تھا بحر اوقیانوس سے گزرتے ہوئے سٹیلائٹ فون کے ذریعے لندن میں واقع اپنے دفتر سے گفتگو کے دوران مجھے حملے کے بارے میں معلوم ہوا۔ میں نے فضائی میزبان سے کہا کہ جہاز کے کپتان کو بتا دے کہ امریکہ کے خلاف حملہ شروع ہوگیا ہے۔ ایک جہاز کئی عمارتوں سے ٹکرایا ہے میزبان کچھ دیر کھڑا رہا اور اس نے پوچھا یہ حملہ آور جہاز کہاں سے آرہے ہیں؟ میں نے کہا ہم کچھ نہیں جانتے، ہوسکتا ہے کہ یہ لاطینی امریکہ، یورپ یا کہیں اور سے آئے ہوں۔ جہاز کا کپتان میرے پاس آیا اور ہم نے پورے جہاز کا جائزہ لیا تاکہ ان مسافروں کو دیکھ سکیں جنھیں ہم پسند نہیں کرتے۔ ہم نے تیرہ کو نشان زد کیا جن میں دو بزنس کلاس کے تھے اور باقی اکانومی کلاس کے میرے مددگار کے پاس ۱۴ انشستوں کے نمبر تھے اور بلا شبہ یہ سارے مسلمان تھے جن میں سے کچھ قرآن کے مطالعے میں مصروف تھے اور پریشانی میں خدا سے دعا میں مصروف تھے ان کے رنگ سیاہ تھے اور یہ تمام مسلمان تھے یہ تمام مسافر مجھے مشتبہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیوں کہ میں بھی انھیں مشتبہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ بن لادن نے ایک عام لبرل انسان کو ایک نسل پرست انسان میں تبدیل کر دیا ہے۔ میں نے جہاز میں گھوم پھر کر نسل پرست لوگوں کا جائزہ لیا اس لمحے مجھے احساس ہوا کہ بن لادن نے گیارہ ستمبر کے حملے کے ذریعے معصوم کو معصوم کے خلاف کھڑا کر دیا ہے نہ کہ مسلمانوں کو مغرب کے خلاف۔

"The stewardess stood there and asked where are the planes coming from? I said we do not know, could be from anywhere, Latin America, Europe, wherever. Then the captain came. We went around the plane together to look around for passengers we didn't like. I noted down 13, two in business class, the rest in economy. The attendant had 14 seat numbers.

Of course they were all Muslims, some reading the holy quran, praying with worry beads. They were dark skinned, they were all Muslims, they looked at me suspiciously. Because I was looking at them suspiciously.

"I realized suddenly that bin Laden has turned nice liberal Bob into a racist. I was going around racially profiling the passengers on the aircraft. I realized that one of the purposes of the attacks of Sept 11 might have been to turn the innocent against the innocent, not just Muslims against the West".

جب میں یورپ پہنچا تو مجھے آئرش ریڈیو کے پروگرام میں شرکت کرنی پڑی جس میں ہاورڈ یونیورسٹی کے ماہر قانون یہودی پروفیسر ایلن درشووٹز کے ساتھ امریکہ کے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر گیارہ ستمبر کے حملے سے متعلق ایک گفتگو تھی۔ گفتگو میں جب میں نے یہ سوال اٹھایا کہ امریکہ پر کیوں حملہ کیا گیا؟ اس حملے کا کیا جواز تھا؟ حملہ آوروں نے پوری دنیا میں صرف امریکہ کو اس حملے کے لیے کیوں منتخب کیا اس کے کیا محرکات تھے۔ اس کی وجہ کیا ہے کیوں کہ پہلا سوال یہی ہے اس لیے ہمیں لازمی طور پر ''کیوں'' کا سوال اٹھانا ہوگا۔ جس پر درشووٹز کا جواب یہ تھا کہ ''کیوں'' کا سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک خطرناک آدمی ہیں کیوں کہ آپ کے جذبات دہشت گردوں کے لیے نرم ہیں۔ کیوں کہ آپ امریکہ مخالف ہیں اور امریکہ مخالف ہونے کا مطلب ہے کہ آپ یہودیت Semitic کے خلاف ہیں۔

"When I kept saying "We must ask the question Why (these attacks) _ to which Mr. Dershowitz responded "to ask the question 'why' you are a dangerous man you are anti-American and being anti-American you are anti-Semitic".

یہ بات مجھے اسی قدر عجیب لگتی ہے کہ جب نیویارک کی سڑکوں پر کوئی جرم ہوتا ہے تو سب سے پہلے اس کا محرک دیکھا جاتا ہے مگر گیارہ ستمبر کے بارے میں سب سے پہلی چیز جس کی آپ کو اجازت نہیں ہے وہ اس محرک کے بارے میں سوال ہے۔ آپ عیاشوں، ہم جنس پرستوں کے اعمال کی بنیادوں اور محرکات و پس منظر کے بارے میں بات کر سکتے ہیں مگر مشرق وسطیٰ اور امریکہ کے تعلقات پر گفتگو نہیں کر سکتے۔ خواہ یہ اسرائیل کے ساتھ تعلقات کی بات ہو یا عرب دنیا سے تعلقات کی بات ہو۔ اس میں سب سے پہلے جس چیز پر پابندی ہے وہ ''کیوں'' کا سوال ہے۔ اسی رات میں بی بی سی کے ایک پروگرام میں ایک مہمان نے میرے ''کیوں'' کے سوال کو

ایک بدترین مذاق قرار دیا۔ "who said that why was the worst bad joke of the year".

میرا خیال ہے کہ یہ پہلا سوال ہونا چاہیے تھا جو پوچھا جاتا۔ ''کیوں'' کا سوال نہ کرنے سے امریکی صدر کو پوری دنیا کا نقشہ ہمیشہ کے لیے تبدیل کرنے کی اجازت مل گئی۔

"I think it should have been the first question that should be asked. Not asking why would allow the president of the US to change the world forever. I don't believe it did. I don't think we should allow 19 killers to change my world forever. I think Bush got away with it."

اگر یہ سوال کرلیا جاتا تو مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوتا میں ۱۹ قاتلوں کو اپنی خوبصورت دنیا کو بدنما کرنے کا اختیار نہیں دے سکتا۔

میرا خیال ہے کہ گیارہ ستمبر کے بعد ایسے جذبات پیدا کردیے گئے ہیں کہ کئی ماہ تک کسی حد تک امریکیوں کو اصل محرک کا جائزہ لینے سے روک لیا گیا۔ جب وہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے اصل محرکات کا جائزہ لینے کے قابل ہوئے تو اس وقت افغانستان پر بمباری شروع ہوچکی تھی اور عراق پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں (WMD) کے الزامات لگائے جارہے تھے اور نئی تباہی دنیا پر مسلط کرنے کی تیاریاں مکمل کی جارہی تھیں۔ واقعات کے تسلسل میں بعد صدام حسین کو شکست دی جارہی تھی یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہی رہا۔ میرے خیال میں ان معاملات میں صحافی اور سیاستدان زیادہ عرصے تک کئی اہم معاملات میں لوگوں کو بے وقوف بناتے رہیں گے۔

"And it seems somehow that modern-day politicians with, in many cases, the help, I'm afraid, of journalists are able to continue to bamboozle people."

ایک سیکرٹ ایجنسی کے افسر کا کہنا ہے کہ ''افغانستان اور عراق پر حملہ ایک بہت اہم راز ہے کل ہم اس راز کو افشاء کریں گے''۔

"We'll explain it tomorrow, 'that's too secret to tell you".

روزانہ نیویارک ٹائمز کے پہلے پیراگراف کا بار بار مطالعہ کیجیے۔ یہ مطالعہ بہت سے راز بے نقاب کرے گا۔ ایک امریکی خفیہ ایجنسی کے افسر کے مطابق یہ کلی طور پر سرکاری امریکی خیالات کی ترجمانی ہے نیویارک ٹائمز کو ''سرکاری امریکی ترجمان'' کہنا چاہیے۔ اس کی کل کی اور پرسوں اور اس کے بعد کی اشاعت دیکھیے یا پھر لاس اینجلس ٹائمز یا سان فرانسسکو کرانیکل

"According to American intelligence officials. "American

Composed by Sajida

D:/Miss Hafsa/11Sep- Roshan -2.inp/07-12-005

official say." I think sometimes *The New York Times* should be called "American Officials Say." Just look at it tomorrow or the day after Or the *L.A. Times,* or the not the *San Francisco Chronicle,* it's not much of paper anymore unfortunately, but *The Washington Post.*

آپ کو اندازہ ہوگا کہ حکمرانوں اور صحافیوں کے درمیان اچھے مراسم خطرناک ہوتے ہیں آپ وائٹ ہاؤس میں ہونے والی پریس کانفرنس دیکھیں تو آپ کو میزبان (host)، طفیلیا (Parasits) اور سرایت کرنے والے (Osmotic) ایک ساتھ نظر آئیں گے۔ ہر طرف جناب صدر، جناب صدر، جی سر کی تکرار نظر آئے گی صحافی حکمرانوں کے قریب ہونا چاہتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ جتنا ہی وہ طاقت سے نزدیک ہوں گے اسی قدر وہ اس کو للکارنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

"You know the cozy relationship between American journalists and power is very dangerous. You want to look and see what that relationship is like".

The osmotic, the host and the parasite together. You only have to look at a White House press conference, "Mr. President, Mr. President? "Yes, Bob, Yes, John? Yes, Nancy, that's the relationship. Journalists like to be close to power. They know hat if they want to be close to power, they mustn't challenge power.

یہی بات امیرہ ہاس Amira Haas نے بہت عمدہ طریقہ سے بیان کی ہے۔ امیرہ کی اس تشریح سے میں مکمل اتفاق رکھتا ہوں۔ امیرہ کا نقطہ نظر وقت کی آواز ہے وہ کہتا ہے ''آپ کو لازمی طور پر طاقت (حکمرانوں) کو ہر وقت للکارنا چاہیے ہر وقت، ہر وقت یہاں تک کہ سیاستدان، وزیر اعظم اور یہاں تک کہ آپ کا قاری بھی آپ سے نفرت کرنے لگے۔ آپ کو لازمی طور پر طاقت وروں کو للکارنا ہوگا اس میں بن لادن کی طاقت بھی شامل ہے''۔

"You must challenge power all the time, all the time, all the time, all the time even if the politicians and the prime minister, even if your readers hate you. You must challenge power. And that includes bin Laden power".

ساحل دسمبر ۲۰۰۵ء

D:/Miss Hafsa/11Sep- Roshan -2.inp/07-12-005